تعلیمی پالیسی، زبان اور ثقافت

طارق جان

ہماری قومی زندگی کے الجھے ہوئے مسائل میں سے ایک بہت الجھا ہوا مسئلہ ذریعہ تعلیم کا ہے۔ ملکی اور قومی تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر تعلیمی پالیسی بنائی جاتی، اور یکسوئی سے اس پر عمل کیا جاتا، تو ہماری تعلیمی پیش رفت نہایت تیز رفتار ہوتی لیکن تضاد اور کشمکش سے توانائیاں ضائع ہو رہی ہیں۔ ہر قومی تعلیمی پالیسی میں ذریعہ تعلیم کے طور پر زبان کے کردار کو گھٹانے کی کوشش کی گئی ہے، اور انگلش میڈیم اداروں کو جواز فراہم کیا گیا ہے، جو قوم کو طبقات میں تقسیم کرتے ہیں۔ یقیناً ہمارے پالیسی ساز ثقافت کی تشکیل میں زبان کے کردار کا شعور نہیں رکھتے۔

زبان کیا ہے؟ کیا یہ محض خیالات کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے؟ یا یہ ایک ایسا اہم وسیلہ ہے جس کے ذریعہ ایک مخصوص ثقافت کی اقدار کو منتقل کیا جاتا ہے؟ دوسرے لفظوں میں کیا یہ ایک بے جان اور بے قیمت چیز ہے، یا یہ کسی قوم کی ثقافتی اقدار، قومی مزاج اور نظریات کی حامل ہے؟

اگر تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ زبان، بہ یک وقت خیالات کے اظہار کا ذریعہ اور ثقافتی اقدار اور قومی مزاج کی حامل بھی ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ (انگلش کو ذریعہ تعلیم ماننے کی صورت میں) آپ ہماری نوجوان نسل کو اس انگریزی ثقافت سے کیسے بچائیں گے، جو کہ انگریزی زبان کے ہم رکاب ہے، جو انگریزی کے قالب میں روح کی طرح بستی ہے۔

پوری تاریخِ انسانی میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی قوم نے کوئی غیر ملکی زبان قبول کی ہو اور اس کے ثقافتی عناصر سے بچی رہی ہو۔ دراصل کسی زبان کو اس کے مخصوص ثقافتی اثرات سے پاک کرنے کے لیے کوئی آلہ ہے ہی نہیں۔ یہ امرِ واقعہ ہے کہ غیر ملکی زبان قبول کرنے والی قوم کو اس زبان کے ثقافتی عناصر کو قبول نہ کرنے کا قطعاً اختیار نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ جب زبان کے بھیس میں اغیار کی ثقافت قبول کرنے کا عمل شروع ہوتا ہے، تو

کے فرشتے اترتے ہیں۔ جو اللہ کا نام لیں اور کہیں کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے' ان کا فرض ہے کہ وہ اس نام کے لیے کھڑے ہو جائیں اور کھڑے ہو کر اس کا اعلان کریں۔ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الکہف ۱۸:۱۴)۔

یہ ایمان اور یہ جہاد ہی وہ دو چیزیں ہیں جن سے اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ جو زندگی ایمان کے نور سے منور ہو گی' جو زندگی جہاد کی راہ پر گامزن ہو گی' وہی زندگی اسلامی انقلاب کی منزل سے ہمکنار ہو گی۔ ایمان کا چراغ آپ اپنے دل کی محراب میں روشن کر دیں' یہاں تک کہ آپ کی پوری زندگی منور ہو جائے۔ اپنے دل میں ایمان کا شعلہ اس طرح سجائیں کہ وہ ستارے کی طرح چمک کر ساری دنیا کو زندگی کی نئی راہیں دکھائے۔ ایمان کا بیج اپنے دل کی کھیتی میں ڈالیں' آرزو اور جستجو' اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کے پانی سے اس کی آبیاری کریں' تو وہ تناور درخت نمودار ہو گا جس کے پھل ساری انسانیت سدا کھاتی رہے گی۔

بھائیو اور بہنو! اس ایمان کی روشنی اپنے دل میں سجایئے' اس کو ستارے کی طرح چمکایئے' اس کو دنیا کا' اپنے ملک کا' اپنی قوم کا' اپنی زندگی کا رہبر بنایئے۔

جاننے کی ضرورت ہمیں اس بات کی ہے کہ اگر انقلابی کردار ایمان اور جہاد سے بنتا ہے' وہ انقلابی کردار جس کے بغیر ہم اسلامی انقلاب کی منزل سے ہمکنار نہیں ہو سکتے' تو پھر ایمان کیا ہے' اس کی حقیقت کیا ہے؟ ایمان کی حقیقت جاننا اور سمجھنا ہو تو یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صرف ایک جملہ ایمان کی ساری حقیقت آشکار کر دیتا ہے۔ فرمایا: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (الانعام ۶:۷۹) "میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"۔ یعنی میں نے اپنی شخصیت کا' اپنی زندگی کا' رخ ہر طرف سے کاٹ کر صرف اس کی طرف کر لیا ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ گویا میں سب سے کٹ کر صرف اس سے جڑ گیا ہوں' وہی میرا مقصود و منزل بن گیا ہے اور میں اس میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ گویا نہ رخ کسی اور کی طرف کرتا ہوں' نہ مقصود و منزل کسی اور کو بناتا ہوں' نہ شخصیت اور زندگی کے حصے بخرے کرتا ہوں کہ ایک کا رخ کسی طرف ہو' دوسرے کا قبلہ کچھ اور ہو۔

جب آپ نے اپنا رخ' اپنے چہرے کا رخ' اپنی زندگی کا رخ اللہ کی طرف کر لیا' اور صرف اسی کی طرف کر لیا' تو آپ نے ایمان کے معنی پا لیے۔ اس کے بعد اللہ ہی زندگی کا مقصد ہے' وہی قبلہ ہے' وہی مطلوب ہے' اسی کی طرف چلنا ہے' اسی کی طرف دوڑنا ہے۔

اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے نماز کو دیکھیے۔ جب آپ نماز پڑھتے ہیں' اگر آپ کا رخ قبلہ

نہیں۔

تمام دنیا میں، اور خاص کر مغرب میں، ثانوی تعلیم کو ایک قدامت پسندانہ عمل سمجھا جاتا ہے، جس کے ذریعے نوجوانوں کو سوسائٹی کی اقدار، معاشرتی طور پر مُسلّمہ سچائیوں اور پسندیدہ رویّوں کی تعلیم کے ذریعے مہذب بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ انھیں ہر طرح کے متنازعہ امور سے الگ رکھا جاتا ہے، کیونکہ یہ معاشرتی ابتری اور سماجی عدم مطابقت کو جنم دیتے ہیں۔ انھیں انفرادیت کی تعلیم، بعد میں صرف اس وقت دی جاتی ہے جب ان کی شخصیت سازی کرتے وقت انھیں مخصوص بندھنوں میں رہنے اور سوچنے کا پابند بنایا جا چکا ہوتا ہے۔ لیکن یہاں ہمارے ہاں انگلش میڈیم اسکولوں کے ذریعہ بچے ابتدا ہی سے معاشرہ کے اندر موجود مُسلّمہ حقیقتوں سے معرکہ آرائی کے عمل سے دوچار ہو جاتے ہیں۔

چند ماہ بیشتر میں نے انگلش میڈیم اسکولوں کا ایک تجزیاتی مطالعہ کیا۔ اپنے اس مطالعے اور تجزیے کے سلسلے میں، میں نے دس سوال ترتیب دیے، جن کے جوابات طلبہ سے حاصل کرنا تھے۔ اس تجزیاتی مطالعے کا مقصد انگلش میڈیم اسکولوں کے طلبہ پر ان اسکولوں کے ثقافتی اثرات کا جائزہ لینا تھا۔

اس تجزیہ کی رُو سے ایسے اسکولوں کے ۵۵ فیصد طلبہ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد پاکستان میں رہنا نہیں چاہتے۔ کچھ سکولوں میں تعلیم کی تکمیل کے بعد پاکستان میں قیام کی خواہش نہ رکھنے والے ان طلبہ کی اوسط ۶۶ فیصد تھی۔ صرف ۷ فیصد طلبہ اقبال کو پڑھ سکتے ہیں، جبکہ ان سے بھی کم تعداد ایسے بچوں کی بھی ہے جو اقبال کو سمجھ سکتے ہیں۔ ۵۸ فیصد طلبہ انگریزی ناول/افسانہ پڑھتے ہیں جبکہ صرف ۱۴ فیصد نماز پڑھتے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ پاکستان میں قیام کے خواہشمند طلبہ اور نماز ادا کرنے والے طلبہ میں ایک بامقصد قسم کی ہم آہنگی اور ارتباط پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں، ادا کی جانے والی نمازوں کی تعداد غیر اہم اور بے معنی رہی۔ بلکہ مشاہدے میں یہ آیا کہ جو طلبہ مہینے میں صرف ایک نماز ہی ادا کرتے ہیں وہ بھی مغربی ملکوں کے بجائے پاکستان میں قیام کو ترجیح دیتے ہیں۔

یہ اس سارے مسئلہ کا ایک انوکھا اور عجیب پہلو ہے۔

اس کے بعد جب میں نے طلبہ کی بیرونی ممالک میں قیام میں خواہش پر پوری توجہ مرکوز کی، تو مجھے شدید قلبی اذیت پہنچی۔ کیونکہ میرے اندازے کے مطابق چالیس سے پچاس ہزار طلبہ انگلش میڈیم اسکولوں میں پڑھتے ہیں، اور یہ تعداد بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اوسطاً ۵۰۰

اس کی طرف چلنے کے بعد بھی دل نہ تھکتا ہے' نہ سیر ہوتا ہے۔ محبوب کے سامنے حاضر ہوتا ہے تو دل بھی حاضر ہوتا ہے' اور محبوب کا اشارہ ہوتا ہے دل اپنا سب کچھ لا کے حاضر کر دیتا ہے' اپنا مال بھی' اپنی زندگی بھی' اپنے رشتے بھی' اپنے تعلقات بھی' اور جب ضرورت ہو تو اپنی جان بھی۔ یہی محبت انقلابی ایمان کی تعبیر ہے' یہی محبت انقلابی ایمان کی مظہر ہے۔ یہی محبت انقلابی ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ محبت تو اللہ کے برگزیدہ بندوں کا مقام ہے۔ وہ غلط سمجھتے ہیں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ مومن ہے ہی وہ جو اللہ سے محبت کرے' اور سب سے بڑھ کر اسی سے محبت کرے۔

محبت کے بعد' جس ایمان سے انقلابی کردار بنتا ہے' وہ وفاداری اور اطاعت کے عہد کا نام ہے۔ ایمان صرف زبان سے اقرار کا نام نہیں ہے' ایمان اللہ تعالیٰ سے معاہدے کا نام ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبة ۹:۱۱۱) "حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں"۔ گویا ایمان کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے آپ کے جسم و جان اور مال خرید لیے ہیں۔ ہر چیز آپ نے اس کو بیچ دی ہے۔ اب کوئی چیز آپ کی نہ رہی۔ نہ ہاتھ پاؤں آپ کے رہے نہ آنکھ اور کان' نہ دل و دماغ آپ کے رہے' نہ گھربار اور کاروبار' سب اللہ کے ہو گئے۔

آپ نے تجدید ایمان کر لی' آپ راہ حق پر آ گئے' آپ نے اسلامی انقلاب کا جھنڈا ہاتھ میں اٹھا لیا' آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر دیا' آپ اللہ کی کبریائی کے لیے کھڑے ہو گئے' لیکن اگر آپ کا حال یہ ہو کہ آپ نے اپنا مال بھی اس سے بچایا' کہیں اور لگایا یا سینت کر رکھا' اپنے وقت کو بھی اس سے بچایا' اپنی توجہات کو بھی بچایا' اپنے تعلقات کو بھی بچایا' تو پھر یہ ایمان وفائے عہد نہیں' نقض عہد ہے۔ یہ ایمان انقلابی ایمان نہیں جو آپ کو اسلامی انقلاب کی منزل سے ہمکنار کر دے۔

سب سے بڑھ کر' انقلابی کردار کے ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں کہیں ظلم کی آمیزش نہ ہو۔ ظلم کے معنی کیا ہیں؟ ظلم کے معنی یہ ہیں جو کچھ صرف اللہ کا ہونا چاہیے آپ کسی اور کا کر دیں' یا اس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا حصہ لگا دیں۔ کسی اور کو شریک کر لیں۔ ایک قسم کے شریک تو وہ ہوتے ہیں جو نظروں سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ پتھر ہو سکتے ہیں' درخت ہو سکتے ہیں' چاند تارے ہو سکتے ہیں' اپنے جیسے انسان بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن بہت ساری چیزیں ہوتی ہیں جو نظر نہیں آتیں' مگر جو چھپ چھپ کے آپ کے دلوں میں وہ جگہ پا لیتی ہیں جو خدا کی جگہ ہے' آستینوں کے بت بن جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے الفاظ میں وہ شرک بڑا خطرناک ہے جو ایک کالی چیونٹی کی طرح سیاہ چٹان کے اوپر رینگتا ہے اور کوئی اس کو نہیں پہچانتا۔ اس کو دیکھنا بھی مشکل' اس سے ہوشیار رہنا بھی مشکل' اس

سوال : آپ کے خیال میں قرآن کے بارے میں کونسی چیز آپ کو پریشان کرتی ہے؟
کیا جو کچھ آپ قرآن میں پڑھتی ہیں وہ آپ کی پریشانی کا باعث بنتا ہے؟
فرح : نہیں بلکہ میری پریشانی کا باعث وہ قوانین ہیں، جو قرآن میں موجود ہیں۔

ایک خاتون مسلمہ کے خیال میں مذہب کی تخلیق سیاسی بنیادوں پر ہوئی ہے۔ یہ خاتون اسلام کو متعصبانہ صنفی نقطہ نگاہ سے دیکھتی ہے اور کہتی ہے "اسلام کی نشوونما پدر شاہی معاشرہ میں ہوئی ہے اور اس (اسلام) نے پدر شاہی معاشرہ کو مستحکم کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرآن کے متعلق یہ خاتون کہتی ہیں "جب بھی میں نے قرآن کو پڑھا اس کے تحکمانہ انداز بیان نے مجھے پریشان کیا۔ چنانچہ قرآن کے خدا کا میرے لیے کوئی وجود نہیں ہے۔ (بحوالہ بالا صفحہ ۱۳۶ - ۱۴۰)

کیا یہ ایک ایسی نادر رَوِش ہے جس کے پیچھے کوئی محرک نہیں ہے؟ یا پھر یہ ایک ایسی رَوِش ہے جس کی مکمل سرپرستی اور آبیاری کی جا رہی ہے، تاکہ مطلوب نتائج حاصل کیے جائیں؟ یہ ایسے سوالات ہیں کہ جن کے جوابات جاننا، اس دنیا کو سمجھنے کے لیے جس میں ہم رہتے ہیں اور ان کارپردازوں کو سمجھنے کے لیے جو اس سارے عمل کے ہدایت کار ہیں، بہت ضروری ہے۔

۱۹۷۳ میں جاری ہونے والے آسپن انسٹیٹیوٹ (Aspen Institute) کی ایک مطالعاتی رپورٹ میں، ڈاکٹر لیونارڈ مارکس (Leonard Marks) کہتے ہیں :

براہ راست مواصلاتی سیارے کے قابل عمل ہونے سے بہت سے بین الاقوامی الیکٹرانک نشرگاہوں کے سلسلے وجود میں آئیں گے، جو ثقافتی استحکام اور اطلاعات کے بہاؤ سے متعلق حقیقت پسندانہ سوالات پر توجہ مرکوز کریں گے۔ بین الاقوامی سطح پر الیکٹرانک نشرگاہوں کی توسیع کا قابلِ لحاظ تک، دوسری کسی چیز کی بجائے قوموں کی ثقافتوں پر زیادہ اثر ہو گا۔ ہماری حکمتِ عملی میں اس حقیقت کو بھی لازمی طور پر پیش نظر رکھنا ہو گا۔

انہوں نے اپنی اسی رپورٹ میں یہ تجویز بھی پیش کی ہے کہ "مواصلات سے متعلق ٹیکنالوجی پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہونی چاہیے"۔

میں نے تعلیمی پالیسی کے انتہائی اہم رخ کو آپ کے سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ استعماریت (Colonialism) اب قصۂ ماضی بن چکی ہے۔ ایسا کہنے والے اس تلخ حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ نو آبادیاتی نظام کبھی بھی مکمل طور پر رخصت نہیں ہوتا۔

دنیا آپ کا مقصود نہیں' یہ دنیا آپ کی محبوب نہیں۔ محبوب و مطلوب تو بس وہی کچھ ہے جو موت کے بعد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ (الزمر ۳۹:۲۲)' "اب کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا اور وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر چل رہا ہے (اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس نے ان باتوں سے کوئی سبق نہ لیا؟)"۔ گویا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے وہ اپنے رب کی طرف سے نور پالیتا ہے۔ جس کے دل میں ایمان کا نور داخل ہو جائے' اس میں فراخی پیدا ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا' یارسولؐ اللہ' اس کی علامت بیان فرمایئے۔ ارشاد ہوا' آخرت کی طرف میلان ہو' دنیا سے بے رغبتی اور یکسوئی ہو' موت سے پیشتر اس کی' یعنی' اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری ہو۔ یہی بات ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور انداز میں یوں بیان فرمائی' وَاقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِکَ۔ یعنی اللہ سے ملاقات اس طرح محبوب ہو جائے' اللہ سے ملاقات کا شوق اس طرح دل میں اتر جائے کہ دنیا کی حاجتیں' دنیا کی چاہتیں' دنیا کی تمنائیں' دنیا کے مطالبات' ان سب کی جڑ کٹ جائے۔

ایمان انقلابی کردار کو ایسی تازگی عطا کرتا ہے جو لازوال ہے۔ آپ اللہ کی رضا کے طلب گار ہیں' آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے معنی اس کی جنت ہے' وہ جنت جس کی وسعت میں زمین اور آسمان سما جائیں۔ اگر آپ کا مقصود اور مطلوب واقعی وہ جنت ہے جس کی وسعت میں زمین اور آسمان سما جائیں' تو میں آپ سے کہوں گا کہ آپ کے ایمان کو' اور اس پر قائم انقلابی کردار کو کم سے کم اتنا سدا بہار' اتنا سرسبز اور اتنا ابدی تو ہونا چاہیے' جتنی جنت سرسبز ہے' جتنی جنت سدا بہار ہے' جتنی جنت ابدی ہے۔ جو ایمان آج ہے اور کل نہ ہو' جو ایمان گردش زمانہ سے سرد پڑ جائے' باطل سے شکست کھا جائے' آزمایشوں میں ترغیب و خوف کا شکار ہو جائے' آخری سانس تک سلامت نہ رہے' جو ایمان دنیا کی ایک لہر میں بہہ جائے' وہ ایمان اس جنت میں کیسے لے جا سکتا ہے' جو ابدی ہے۔ انسان کی فطرت ایسی ضرور ہے کہ حالات کے لحاظ سے ایمان پر کیفیات کے مختلف ادوار آ سکتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ کو وہ ایمان مطلوب ہے جو ہر اتار کے بعد اور زیادہ اوپر اٹھ جائے' ہر خزاں کے بعد اور زیادہ رنگ لائے اور مہکے' جو آخری سانس تک جان زندگی بنا رہے۔

جس نے اپنا پورا رخ صرف اللہ کی طرف کر لیا' اور اس بات کو جان لیا اور مان لیا کہ ساری قوتوں کا سرچشمہ صرف اللہ تعالیٰ ہے' مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (الکہف ۱۸:۳۹)' وہی سب سے بڑا ہے' اللہ اکبر' تو آپ بتایئے کہ اس کے بعد کائنات کے اندر کون سی دولت ہے جس کا لالچ ایمان کو متزلزل کر دے' یا